سفرنامہ

ادخلوا مصر ان شاء اللّٰہ آمنین

دیارِ مصر میں ہمارا ورود.....اور مصریوں کا سلام ودرود

لیبیا سے مصر کا سفر ایجپٹ ایئر لائن سے کیا (یہ ستمبر ۱۹۹۰ء کی بات ہے)۔ جب یہ جہاز قاہرہ کے ایئر پورٹ پر اترنے کیلئے شہر قاہرہ پر نچلی پرواز کر رہا تھا تو پورا قاہرہ اس نے ہمیں گھما دیا۔ اوپر سے شہر کو دیکھا تو یوں لگا جیسے بلند و بالا عمارتوں کا جنگل ہو۔ عمارتیں ایک دوسری سے ایسے گتھم گتھا دکھائی دے رہی تھیں جیسے جنگلات میں درخت باہم پیوست دکھائی دیتے ہیں۔ میں جن احباب کی معیت میں لیبیا سے مصر پہنچا ہوں ان میں ڈاکٹر عبدالجواد خلف شیخ، عبدالفتاح عسا کر اور جامعہ ازہر کے بعض علماء واسکالرز ہیں جو طرابلس میں جمعیت الدعوۃ کی اسی کانفرنس سے واپس آ رہے ہیں جس میں ہم شرکت کیلئے گئے تھے۔

قاہرہ کے ہوائی اڈے پر جہاز اترا تو سامنے ایئر پورٹ کی عمارت پر ایک بورڈ پر نظر پڑی لکھا تھا.....ادخلوا مصر ان شاء اللّٰہ آمنین..... مجھے اس قرآنی جملے کے الفاظ اس وقت بڑے ہی برمحل اور جاذب لگے۔ یہ جملہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے اور آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب آپ نے اپنے والدین اور بھائیوں کو مصر بلوایا اور مستقل یہیں قیام کرنے کے لئے بلوایا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو قرآن میں بیان فرمایا ہے اس لئے یہ جملہ اب جملہ یوسفی سے بڑھ کر آیتِ قرآنی کا درجہ پا چکا ہے۔ ہم نے اسے اپنے حق میں نیک فال کے طور پر لیا کہ مصر میں ہمارا استقبال اس خوبصورت کلام ربانی سے من جانب اللہ ہو رہا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہر ملک ہمارے اللہ کا ہے اور جو ملک ہمارے اللہ کی ملکیت میں ہے وہ ہمارا ہی ہے۔ ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست۔

جہاز سے نکلے اور لاؤنج میں داخل ہو گئے۔ ضروری امیگریشن سے فراغت کے بعد ہم مصر کے مشہور و تاریخی شہر قاہرہ میں داخل ہو چکے تھے، وہ مصر جہاں کبھی حضرت یوسف علیہ السلام کی حکمرانی رہی، مصر جہاں کبھی فراعنہ کا راج رہا، مصر جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا تعلق رہا اور پھر جسے ہمارے آقا و مولی ﷺ کے غلاموں نے فتح کیا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جہاں کے امیر مقرر کئے گئے۔

شہر بہت پھیلا ہوا ہے، کیوں نہ ہو کہ اس شہر کی تاریخ ہزاروں سال پر محیط ہے یہاں اس وقت

سے لوگ رہ رہے ہیں جب سے دنیا قائم ہوئی ہے۔مصر کے بارے میں اور قاہرہ کے بارے میں تاریخ کے مصادر ومراجع سے رجوع کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

ہمارا قیام مدینۃ نصر میں ہوا۔یہ (المصر الجدیدۃ) نیو مصر ہے۔اس علاقہ میں زیادہ تر متوسط اور قدرے امیر لوگ رہتے ہیں۔عمارتیں اور سڑکیں نئی اور لوگ کچھ نئے کچھ پرانے.....جامعہ الازہر کے ایک ممتاز اسکالر دکتور عبدالعظیم کا یہ مسکن ہے۔ان کا گھر گھر بھی ہے اور دفتر بھی۔ان کے ہاں لوگوں کا آنا جانا ہر وقت لگا رہتا ہے۔چائے کی کیتلی چولہے سے نہیں اترتی۔اساتذہ،مشائخ،تلامذہ،رجال ونساء۔ہر عمر و ہر مرتبہ کے لوگ آتے ہیں۔ان کی بیٹھک علمی لطائف (نکات) اور علاقائی چٹکلوں سے ہر وقت گونجتی رہتی ہے۔قہقہے ہیں کہ ماند نہیں پڑتے۔ہنسا ہنسا نا مصریوں کی گھٹی میں شامل ہے.....

کچھ دیر ستانے کے بعد ہم سیر کو نکلنا چاہتے تھے مگر صاحب خانہ کا اصرار تھا کہ نہیں آج کہیں نہ جائیں بلکہ آنے والوں کی ملاقاتوں سے لطف اندوز ہوں.....**بکرہ ھا نشوف**.....یعنی کل دیکھا باید..... رات گئے تک ملاقاتی آتے رہے اور محفل گرم رہی۔درمیان میں نمازیں بھی ہوئیں اور باجماعت.....کھانا بھی ہوا۔مگر نان اسٹاپ گپ شپ بھی جاری رہی۔ہنس ہنس کر ہمارے تو پیٹ میں بل پڑ گئے۔شاید اس تسلسل سے ہم ساری زندگی میں کبھی نہ ہنسے ہوں۔ہر موضوع پر گفتگو ہوتی رہی،کیا علم اصول،کیا میراث،کیا فقہ وحدیث،تفسیر ومنطق،علم الکلام غرض ہر موضوع پر ان صاحبان علم نے بات کی سیاست بھلا بچ کر کہاں جا سکتی تھی،حیرت کی بات تو یہ کہ صرف ونحو پر گفتگو میں بھی لطائف آ جاتے۔اور صرفیوں نحویوں پر بھی نکات (لطیفے) اس طرح سنائے جاتے جیسے وہ خالص دیہاتی لوگ گزرے ہوں۔

اگلے روز جامعۃ الازہر جانے کا موقع ملا،جامعہ الازہر دو ہیں۔ایک الجامع الازہر ہے۔اور دوسری جامعۃ الازہر.....جامع الازہر ماں ہے۔یہ وہ قدیم مسجد ہے جہاں سے اس عظیم جامعہ ازہر کا آغاز ہوا۔قریب ہی شیخ الازہر کا سیکریٹریٹ ہے۔اور اس کے قریب ہی سڑک کے دوسری جانب مسجد الحسین ہے۔مسجد الحسین کے علاقہ کو یہاں مشہد الحسین بھی کہا جاتا ہے۔کیونکہ یہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے مدفون ہونے کی روایت ہے۔واللہ اعلم۔شام میں ہم نے سنا تھا کہ راس حسین کو قافلہ خواتین کے ساتھ مدینہ طیبہ بھجوا دیا گیا تھا اور بقیع میں مدفن ہے جبکہ المقریزی کے بقول راس حسین عسقلان میں تھا وہاں سے ۸ جمادی الثانیہ ۵۴۸ھ میں مصر منتقل کیا گیا اور یہاں مسجد حسین کے موجودہ مقام پر دفنایا گیا۔مصری لوگ اس مقام کو راس حسین کی وجہ سے بڑی عقیدت ومحبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

☆.....ھر کہ دست از جان بشوید.....ھر چہ در دل دارد بگوید.....☆

یہاں ایک عظیم الشان مسجد ہے جسے جامع الحسین ہی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد سلطان عبدالعزیز عثمانی ترک کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی۔ اس مسجد میں زائرین کی بڑی تعداد اکثر دیکھنے میں آتی ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت ہر آن ہو رہی ہے۔ ہم نے یہاں لنگر بٹتے اور ذکر کی محافل جمتے بھی دیکھیں۔ اور ایک بات جو اور کہیں دیکھنے میں نہیں آئی وہ یہاں مسجد سے ملحق احاطہ میں لوگوں کا دف پر کھڑے ہو کر ذکر کرنا ہے اور پہلوؤں پر جھک جھک کر خوب سر دھن دھن کر ذکر کرنا ہے۔ میں نے ایک صاحب سے سوال کیا کہ یہ کیا طریقہ ہے؟ کہا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا۔ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم۔ (کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور پہلوؤں پر) یہ شاذلی سلسلہ کے لوگ تھے۔ مسجد حسین میں اذان کے ساتھ بآوازِ بلند الصلوٰۃ والسلام علیک یاسیدی یارسول اللہ۔ کی آواز سن کر ہم چونکے کہ ہم کراچی یا لاہور کی کسی بریلوی مسجد سے یہ آواز سن رہے ہیں، مگر ایک تو لب ولہجہ مختلف (خالص عربی) تھا دوسرے یہ قاہرہ (مصر) تھا۔ کراچی یا لاہور نہیں۔ چنانچہ ہمیں یہ محسوس ہوا کہ اہل سنت کے لوگ کسی بھی ملک میں ہوں گویا سب کا ایک ہی طریقہ ہے اس میں بریلوی ہونے کا عمل دخل نہیں۔ ایسا ہی ہم اردن اور شام میں اس سے قبل ملاحظہ کر چکے تھے۔ اس سے یہ بات بھی ذہن میں آئی کہ اذان کے ساتھ درود وسلام بریلویۂ ہند کی ایجاد نہیں عالمِ اسلام کے اہل سنت کا معمول ہے۔

مسجد اور مزار سیدنا حسین (مزارِ راسِ حسین) کی زیارت کے بعد ہم جامع الازہر کی زیارت کو گئے۔ ایک شاندار پروقار مسجد جس کے در ودیوار سے علم کی خوشبوئیں مشام جاں کو معطر کر رہی تھیں، یہ بات وہاں مشہور ہے کہ یہ ایک طلسماتی مسجد ہے جس میں کوئی پرندہ رہائش پذیر نہیں ہو سکتا۔ ہمیں بتایا گیا کہ مسجد کی تعمیر قاہرہ کی آبادکاری کے ساتھ ہی مکمل ہو گئی تھی اور یہ چوتھی صدی ہجری یہ بنیادی طور پر وہ مدرسہ ہے جہاں الازہر کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اب بھی اس میں چھوٹے درجات کے طلبہ پڑھتے نظر آئے بعض بڑے طلبہ کو یہاں اس وسیع وعریض مسجد (حرم) کے مختلف کونوں گوشوں میں مطالعہ کرتے پایا۔ مسجد کے بعض ستون ابھی تک قدیم یادگار کے طور پر قائم تھے۔

مشیخۃ الازہریہ اور شیخ الازہر کے آفس جانا ہوا، اور بعض ازہری علماء سے ملاقات کی شیخ الازہر کسی بیرونی دورے پر گئے ہوئے تھے۔ اس عرصہ میں شیخ علی جادالحق شیخ الازہر تھے۔ دو تین روز بعد ان سے اس مسجد میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا جہاں وہ خطبہ جمعہ دیتے تھے۔ ہمارے میزبان محترم اور استاذ گرامی ڈاکٹر عبدالجواد خلف صاحب نے بتایا کہ آج شام کی دعوت ڈین فیکلٹی آف عربیک جامعۃ

☆ ...... نبینی کہ چون گربہ عاجز شود ☆☆☆ برآرد بہ چنگال چشم پلنگ ...... ☆

الازہر کی جانب سے ہے۔ ہم اپنے میزبان محترم اور ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو وہاں اچھی خاصی تعداد ازہری اساتذہ کی تھی۔ نشست و برخواست اہل علم کی سی، مگر گپ شپ عام عربوں جیسی، نکتے اور لطیفے ایک سے ایک اور قہقہے ہر سائز اور ہر درجے کے..... کھانا آیا تو مرغ مسلم کے علاوہ بطِ مسلم (بطخ) بھی دسترخوان کی زینت بنی، بٹیر اور فاختہ بھی حاضر کی گئیں اور مچھلی کو نلوں پر سکی ہوئی تازہ بتازہ پہنچ رہی تھی۔ کیا خوب مزے کا کھانا تھا اور کیا خوب کھانے والے تھے۔ ہمارے علماء تو خواہ مخواہ بسیار خوری میں مطعون ہیں آج ہمیں علم ہوا کہ خوش خوراک دنیا کے کسی اور خطے میں ہوں نہ ہوں مصر میں ضرور پائے جاتے ہیں۔

اگلے روز شیخ عبدالفتاح عساکر (مدیر شؤن الثقافیۃ لمقاولون العرب) نے ہماری دعوت کی، یہ اپنی نوعیت کی منفرد دعوت تھی، کہ نہر جنت (نیل) کے کنارے تھی۔ یہاں پہنچ کر ہم نے دیکھا کہ دریائے نیل پر مختلف ریسٹورینٹ بنے ہیں، کئی آدھے دریا میں اور آدھے باہر ہیں جبکہ بعض دریا کے اندر چلتے رہتے ہیں۔ ہمیں جس ریسٹورینٹ میں دعوت دی گئی تھی نیل کے کنارے یہ المقالون العرب کا ایک کلب ہے اور یہ ریسٹورینٹ اسی کلب کا حصہ ہے۔ ہم اس کلب کے اس کشتی نما ریسٹورینٹ میں اس طرح بیٹھے تھے کہ نیل کا پانی تین اطراف موجود تھا اور چوتھی جانب خشکی تھی یعنی جدھر سے ہم آئے تھے۔ بتایا گیا کہ دنیا بھر کی اکثر نہریں اور دریا مشرق سے مغرب کی جانب بہاؤ رکھتے ہیں جبکہ نیل دنیا کا واحد دریا ہے جس کا بہاؤ جنوب سے شمال کو ہے۔ یہ دریا معلوم جغرافیائی پیمائش کے مطابق ۶۶۷۰ کلومیٹر طویل ہے۔ جبکہ اس کا منبع علم جغرافیا کے ماہرین اب تک دریافت نہیں کر سکے اور کر بھی کیسے سکتے ہیں کہ اس کا منبع تو جنت میں ہے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جنت کے دو کھلے دریا زمین پر بہتے ہیں، معراج کی رات جب نبی اکرم ﷺ سدرۃ المنتہی پر پہنچے تو آپ نے اس کی جڑ میں دو کھلے اور دو چھپے دریاؤں کو دیکھا حضرت جبریل امین نے آپ ﷺ کے سوال پر بتایا کہ یہ کھلے ہوئے دو دریا نیل اور فرات ہیں۔ جبکہ چھپے ہوئے سیحان اور جیحان ہیں۔ (بخاری شریف کتاب المناقب باب المعراج) جبکہ صحیح مسلم شریف میں ہے۔ سیحان، جیحان، والفرات والنیل من انہار الجنۃ (یعنی سیحان جیحان فرات اور نیل جنت کی نہروں میں سے ہیں)۔ انہی احادیث کی بناء اہل علم نے نیل اور فرات کا سرچشمہ جنت میں بتایا ہے اور انہیں جنت کی دو نہریں کہا ہے۔ اس حدیث شریف کے ذہن میں آتے ہی ایک دم یہ خیال آیا کہ

سبحان اللہ ہم تو اس وقت جنت کی ایک نہر کے کنارے بیٹھے ہیں۔ ہم نے بصد شوق نیل کا ماءِ مقطر پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے دجلہ وفرات کے بعد جنت کی دوسری نہر (دریا) نیل کا پانی بھی پلا دیا۔ اس کریم کے کرم سے کیا بعید ہے کہ جب دنیا میں اتنا فضل فرمایا اور جنت کی دونہروں (دریاؤں) کا پانی دنیا میں پلا دیا تو وہ آخرت میں جنت بھی نصیب فرمادے اور جنت میں جاری جنت کی جن نہروں کا اس نے قرآن میں بارہا ذکر کیا ہے ان نہروں سے شراباً طہوراً بھی عطا فرمادے۔ اللہ رب العالمین کا جتنا شکر، یہ عاجز ادا کرے کم ہے کہ اس نے آبِ دجلہ وفرات، اور آبِ زم زم کی نعمت دنیا میں عطا فرمائی۔ کوثر و سلسبیل جیسی آخرت کی نعمتوں کی امید بھی اسی کریم سے ہے۔ **وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز۔**

دریائے نیل کے کنارے عصر تا عشاء نشست رہی۔ کھانے کے دوران کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جن کے تعارف سے معلوم ہوا کہ اخوان المسلمین سے تعلق ہے۔ ہمارا قیام مدینہ نصر میں جس گھر میں ہے اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک مسجد و مدرسہ ہے وہ بھی اخوانیوں کا ہے۔ اخوانی مصر کی سیاست میں نمایاں نام رکھتے ہیں اسے مصر کی جماعت اسلامی کہنا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ افکار وخیالات یکساں ہیں اور عقائد ومعمولات میں بھی کچھ زیادہ فرق نہیں۔ ہم نے اخوان المسلمین کا نام پاکستان میں ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی صاحب سے سنا تھا جنہوں نے تحریک اخوان المسلمین ماضی وحال کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ پھر اخوانیوں کا ایک ماہنامہ کویت سے شائع ہوتا ہے جس کا نام "**المجتمع**" ہے۔ اس رسالے کا راقم کئی برس تک قاری رہا ہے۔ اور اس کی پرانی بہت سی کاپیاں اب بھی محفوظ ہیں۔ کویت میں مقیم ہمارے ایک دوست جناب طارق صاحب کا احسان ہے کہ انہوں نے یہ رسالہ ہمارے نام جاری کروایا۔ اور دس برس تک باقاعدگی سے موصول ہوتا رہا۔

ہم نے اس نشست میں اخوانیوں کی باتیں سنیں وہ سہمے سہمے بات کرتے تھے اور دوران گفتگو اپنی آواز کو بھی پست رکھتے تھے جیسے کوئی انہیں سن نہ لے۔ ان کی آپس کی باتیں زیادہ تر کانوں کان ہو رہی تھیں۔ لیکن کبھی کبھار آواز بلند بھی ہو جاتی تھی۔ اس گفتگو کے دوران ایک انکشاف یہ بھی ہوا کہ ان میں سے اکثر اخوان کے پے رول پر تھے فی سبیل اللہ کے کارکن نہیں تھے۔ کیونکہ ہمارے برابر میں بیٹھے ان کے ایک شیخ نے ان میں سے کئی ایک کو قریب بلا کر پوچھا ہفت روزہ درس قرآن میں جاتے ہو؟ جواب ملتا ہاں! پھر وہ پوچھتے کتنا وظیفہ ملتا ہے۔ کوئی کہتا پانچ جنیہ اور کوئی سات جنیہ بتاتا شیخ کہتے تھے اچھا میں اضافہ کروادوں گا باقاعدگی سے جاتے رہو..... (جاری ہے۔)

کس نیا موخت علم تیر از من ☆☆☆ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد